نبی اکرم ﷺ کی مکی زندگی کے بارے میں کارل بروکلیمان کی آراء

Carl Brockelmann's views about Makki Era of Holy Prophet's Life

Syed Adeel Shah

PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Al-Hamd Islamic University, Islamabad

Email: syedadeelahmedgilani@gmail.com

Saira Jabeen Malik

Lecturer, Department of Islamic Thought and Culture, National University of

Modern Languages, Islamabad

Email: Saira478@ gmail.com

Dr. Zia Ud Din

Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Swat, Swat

Email: ziaud_din@hotmail.com

Received on: 04-10-2023

Accepted on: 06-11-2023

Abstract

This is an admitted fact that the Prophet Muhammad (PBUH) has always been in the consideration of orientalist. Non-Muslims who have written about Islam in the western world, have paid their focused attention to the biography, character and teachings of Muhammad (PHUH). In particular aspects they praise him in a very admiring style, but in the same publications they try to create doubts as well. Muslim scholars are active enough to highlight those flaws presented in the books of orientalist. German historian Carl Brockelmann is also the same case. He has written a lengthy book about Islamic history. The first phase of his book is about the biography of the Prophet Muhammad (PBUH). He has adopted a descriptive and analytical approach while quoting him as the spiritual leader of formative Muslim society at Makkah. In this article, Makki Era presented in that book has been taken into consideration. Object able opinions of the author have been highlighted in the light of Muslim consensus and comprehensive analysis has been given about them.

Keywords: Prophet, Muhammad (PBUH), Islam, History

تمہید

کارل بروکلیمان (Carl Brockelmann) 1868ء میں جرمنی کے شہر روسٹاک میں پیدا ہوا۔ اس نے اپنے عہد کے مستشرقین سے مشرقی زبانیں سیکھیں۔ اس کے اساتذہ میں سے تھیوڈور نولڈیکے (Theodor Noldeke) سر فہرست ہے۔ بروکلیمان ایک اچھا اور ذہین طالب علم ثابت ہوا اور اس نے عربی زبان کے فہم اور اس کے تکلم میں مہارت حاصل کی تھی۔ اس کے علاوہ اس نے تاریخ اسلام اور عربی ادب کے ماہر کے طور پر بھی شہرت حاصل کی اور اپنے عہد کے مستشرقین میں اس کو خوب مقبولیت حاصل ہوئی تھی۔ اس نے

برسلاؤ، کیمبرج اور برلن کی یونیورسٹیوں میں پروفیسر کی حیثیت سے کام کیا تھا۔

کارل بروکلمان نے مشرقی علوم میں تعقیق پیدا کرنے کے بعد اسلامی علوم اور مسلمانوں کی تاریخ سے متعلق تالیفات پر توجہ مرکوز کی تھی۔ اس نے ابن الاثیر کی "الکامل فی التاریخ" اور طبری کی "اخبار الرسل والملوک" کے مخطوطے حاصل کیے اور ان کو ایڈٹ کر کے شائع کیا تھا۔ 1890ء میں اسی تحقیق کی بدولت اس کو جرمنی کی اسٹرا برگ یونیورسٹی کی جانب سے پی ایچ ڈی کی ڈگری دی گئی تھی۔ اس کے بعد وہ زندگی بھر اسلام سے متعلق مضامین اور کتب کی تصنیف و تالیف میں مصروف رہا تھا۔

اس مقالہ میں کارل بروکلمان کی جانب سے عہد نبوی ﷺ کے مکی مرحلہ سے متعلق پیش کردہ بعض ملاحظیات کی نشاندہی کر کے ان کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں اس کی کتاب "History of the Islamic People" کو بنیاد بنایا گیا ہے¹۔

عہد نبوی کے نو مسلموں کی تنقیص

اس بات کو دنیا بھر کے مفکرین نے تسلیم کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسے جاہل اور اجڈ عربوں کو تہذیب و تمدن سے ہمکنار فرمایا اور ان کی اخلاقی تربیت کی تھی۔ ان کی زندگیوں میں نظم و ضبط نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر کے بیان میں اس کی واضح شہادت ملتی ہے۔ لیکن کارل بروکلمان اس تاریخی حقیقت سے انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ عرب کے بدو انفرادیت پسند اور خود غرض تھے۔ یہ خود غرضی قبول اسلام کے بعد بھی ان میں قائم رہی تھی۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی احادیث میں ایسی نظیریں ملتی ہیں جن کے مطابق قبول اسلام کے بعد بھی نو مسلم یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم فرما، اور ہمارے ساتھ کسی پر رحم نہ فرما۔

بروکلمان کے الفاظ میں:

The Bedouin is above all a purely egotistic individualist. "God have mercy on me and Muhammad, and no one else besides" - One Tradition still permits an Arab convert to Islam to say in prayer²۔

کون سی حدیث میں کارل بروکلمان کے پیش کردہ الفاظ پائے گئے ہیں؟ اس کا بروکلمان نے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا ہے۔ مکمل حدیث کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں ایک بدو نے نماز ادا کرنے کے بعد دعا کی کہ "اللھم ارحمنی ومحمد اولا ترحم معنا احدا"۔ یعنی "اے اللہ! مجھ پر رحم کر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر۔"۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ "لقد حجرت واسعا"۔ یعنی "تم نے ایک وسیع چیز کو تنگ کر دیا"۔ راوی کہتا ہے کہ "وسیع چیز" سے نبی اکرم ﷺ کی وفات اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی³۔

کارل بروکلمان نے مکمل حدیث بیان نہیں کی ہے۔ اس نے محض ایک حصے کو پیش کیا ہے۔ نیز اس نے اس حدیث کی تشریحات کو بھی ملحوظ نہیں رکھا ہے۔ سنن ابو داؤد کے شارح الشیخ عمر فاروق السعدی کے مطابق یہ وہی اعرابی تھا جس نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا۔ نبی

اکرم ﷺ کو اس کا دعا کرنے کا طریقہ اور الفاظ پسند نہیں آئے تھے اس لیے آپ ﷺ نے اس کی غلطی کی نشان دہی فرمائی تھی لہذا مسلمانوں کو اس طرح دعا نہیں کرنی چاہیے⁴۔

لہذا اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ قبول اسلام کے بعد بھی بعض لوگوں میں ایسا مزاج باقی تھا جس کی اصلاح ضروری تھی۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے جب بھی ایسا موقع ملاحظہ فرمایا، اصلاح فرمادی۔ چنانچہ اعرابیوں کی تربیت میں نبی اکرم ﷺ نے اس معیار پر کام کیا جس کو دیکھ کر کوئی بھی ذی فہم داد و ستائش دیے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ مثلاً ایک مرتبہ ایک بدونے کسی قاری کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے سنا جس نے "السارق والسارقة" والی آیت پڑھی اور آخر میں "والله غفور الرحيم" پڑھ دیا۔ اس پر اعرابی نے کہا کہ تم غلط پڑھ رہے ہو۔ یہ آیت ان الفاظ پر ختم نہیں ہو سکتی ہے۔ قاری نے دوبارہ جائزہ لیا اور رجوع کے بعد اس کو پڑھا اور "والله عزيز حكيم" پر ختم کیا تو اس نے کہا کہ ہاں! یہی اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ یعنی اعرابی نے قاری کا محاکمہ کیا اور اس کو تلاوت کے دوران قطع کلامی کے ذریعے اصلاح کی دعوت دی تھی⁵۔

اس کو آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کے مثبت پہلوؤں میں شمار کرنے کے بجائے نو مسلموں کی تنقیص پر منطبق کرنا کارل بروکلمان کو اس لیے بھی زیب نہیں دیتا کہ خود اس کے اپنے مذہب میں غیر مسیحیوں کو نجات سے محروم اور عذاب کا سزاوار سمجھا جاتا ہے۔

حجر اسود سے متعلق کارل بروکلمان کی رائے

خانہ کعبہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں "اول بیت وضع للناس" قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے قصہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کعبۃ اللہ کو لوگوں کے طواف اور اعتکاف کے لیے تعمیر کیا تھا۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ کے حکم سے فتح مکہ کے بعد کعبہ میں موجود بتوں کو باہر نکال کر جلا دیا گیا تھا۔ حجر اسود کو آپ ﷺ نے باقی رکھا تھا اور اس کا بوسہ مسلمانوں کے لیے حج اور عمرہ کے شعائر میں شامل ہے۔

حجر اسود کے بارے میں کارل بروکلمان کی آراء کچھ یوں ہیں:

1. اسلام سے قبل مشرکین میں کچھ درخت، غار، چشمے اور پتھر مقدس سمجھے جاتے تھے۔ بتوں کی طرح حجر اسود کو بھی پوجا جاتا تھا۔ پتھروں کی یہی تقدیس بعد میں مسلمانوں میں بھی منتقل ہو گئی تھی⁷۔ چنانچہ جب پیغمبر اسلام ﷺ حج کے لیے خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے عصا سے اس پتھر کو مس کرتے ہوئے مشرکین عرب کی کافرانہ روایت کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے مذہب میں شامل کر لیا تھا⁸۔

2. حجر اسود ان پتھروں کی مانند ہے جن کو سامی ادیان کے لوگوں میں احترام اور تقدس حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلام نے سامی مذاہب کی پیروی کرتے ہوئے اس کو بوسہ دینے کی روایت قائم کی۔ طلوع اسلام کے بعد یادگاروں اور پتھروں کی مخالفت نہیں کی جاتی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک صورت میں اسلام بھی بت پرستی کا ہی ایک امتداد تھا⁹۔

3. کارل بروکلمان نے حجر اسود پر مسلمانوں کا اولین حق تسلیم کرنے سے بھی انکار کر دیا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ اس پتھر کے اولین حق دار مکہ کے وہ مشرکین ہیں جن کا مذہب بت پرستانہ تھا۔ بروکلمان نے لکھا ہے کہ خانہ کعبہ کے مشرقی رکن یعنی حجر اسود پر اولین حق ان لوگوں کا ہے جن کے ہاں اوثان پرستی رائج تھی¹⁰۔
بروکلمان کے الفاظ میں:

“In Particular the Semites regarded trees, caves, springs, and large stones as being inhabited by sprits; like the Black Stone of Islam in a corner of the Ka’bah at Mecca, in Petra and other places in Arabia stones were venerated also”¹¹

In the Center of its stand the Ka’bah, a four-cornered structure, (.....), in the corner of which the Black Stone, probably the oldest idol worshiped there, is imbedded in the wall 58 ½ inches off the floor. The Ka’bah contained an image of the moon-god Hubal, in addition which the three goddesses Allat, al-‘Uzza, and al-Manat were worshiped”¹²

پہلی بات یہ تاریخی حقائق سے ثابت ہے کہ حجر اسود کی اسلام سے قبل پوجا نہیں کی جاتی تھی۔ بت پرست معاشرے میں بتوں کی عبادت ہوتی تھی۔ کسی مجرد پتھر کے سامنے مشرکین بھی سجدہ ریز نہیں ہوتے تھے¹³۔

دوسری بات یہ کہ اس میں کوئی شکر نہیں کہ حج و عمرہ کے دوران حجر اسود کی طرف چہرہ کرنا اس کے احترام کی علامت ضرور ہے لیکن یہ اس کی عبادت اور جاہلی زمانے کی مشرکانہ رسم بالکل نہیں ہے۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ حجر اسود کا بوسہ لینا حج کے ارکان اور شرائط میں شامل بھی نہیں ہے۔

اب یہاں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں حجر اسود کو منقبت اور مرتبت کیوں دی گئی ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ حجر اسود کا طواف اور اس کو بوسہ دینا ایک امر تعبدی ہے جس میں عقل کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے خود یہ عمل فرمایا تھا اس لیے مسلمانوں پر بھی اس عمل کی اقتداء واجب ہے۔ اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

“اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ تو ایک ایسا پتھر ہے جو نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ نفع پہنچا سکتا ہے، اگر میں آپ ﷺ کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا”¹⁴۔

تاریخ کے کسی بھی مرحلے میں مسلمانوں نے حجر اسود سے کبھی بھی دعا نہیں کی ہے، اس کا تو سل اختیار نہیں کیا ہے اور نہ ہی اس کو سجدہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بروکلمان کا حجر اسود کو مسلمانوں کا معبود قرار دینے کا دعویٰ باطل ہے¹⁵۔

جہاں تک بروکلمان کا یہ دعویٰ ہے کہ حجر اسود اوثان پرستوں کا اولین حق تھا، بھی باطل ہے۔ حجر اسود اوثان میں شمار ہی نہیں ہوتا تھا اس لیے اس پر مشرکین کا استحقاق ساقط ہو گیا تھا۔ عربی لغت میں "وشن" سے مراد لکڑی یا پتھر کا وہ ٹکڑا ہے جس کو مجھے کی صورت دینے کے بعد اس کی عبادت کی جاتی ہے¹⁶۔ چنانچہ فتح مکہ کے وقت کعبۃ اللہ میں تمام بتوں کو توڑ دینے اور حجر اسود کو چھوڑ دینے کا مطلب ہی یہی ہے کہ حجر اسود

مشرکین کے ہاں بھی ان کے ادیان کی مانند ہم نہیں تھا۔ وہ جن بتوں کی پوجا کرتے تھے ان بتوں کو حجر اسود کے مقابلے میں ایک خاص امتیاز حاصل تھا۔

پتھروں کے ضمن میں اسلام نے عقیدت کو بھی مخصوص پہلوؤں اور امتیازات سے مربوط کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس وقت حج کے دوران حجر اسود کو بوسہ دیا جا رہا ہوتا ہے، اس کے کچھ فاصلے پر منیٰ میں موجود پتھر کو کنکریاں ماری جا رہی ہوتی ہیں۔ لہذا اگر تمام پتھر معتبر ہوتے تو اسلام سے قبل مشرکین تمام پتھروں کو ادیان میں شمار کر کے ان کی عبادت کرتے اور مسلمان تمام پتھروں کا خاتمہ کر دیتے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے محض معبود پتھروں کا خاتمہ کرنے کا حکم دیا تھا¹⁷۔

مسلمان مؤرخین نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے دن جب آپ ﷺ کعبہ کا طواف کر رہے تھے تو اس وقت بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت موجود تھے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی جس کے ذریعے بتوں کو توڑ رہے تھے "قل جاء الحق وذهب الباطل" پڑھ رہے تھے¹⁸۔ اگر حجر اسود بھی انہی میں سے ہوتا تو اس کو بھی توڑ دیا جاتا۔

بہر حال میں حجر اسود سے متعلق وثنی فکر دراصل مستشرقین کی جانب سے اسلامی تاریخ میں پھیلائی ہوئی کمتر سوچ ہے۔ بروکلمان اس سوچ کے پرچار میں کوئی نیا نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی مستشرقین ایسا ہی کہتے رہے ہیں¹⁹۔

ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کارل بروکلمان کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہی نہیں کہ ان کے پیغمبر کب پیدا ہوئے تھے۔ ان کے مؤرخین شش و پنج میں بتاتے ہیں کہ کے مطابق آپ ﷺ 570ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے تھے۔ حالانکہ یہ طے کہ آپ ﷺ 570ء کے بعد ہی پیدا ہوئے تھے²⁰۔ بروکلمان کے الفاظ میں:

The birth of the prophet has not been handed down; it is generally reckoned at about 570, but no doubt must be assumed to be somewhat later²¹

بروکلمان کا یہ کہنا غلط ہے کہ مسلمان مؤرخین آپ ﷺ کی ولادت کے سال کے بارے میں مجھے کا شکار ہیں۔ اولین مسلمان مؤرخین کے ہاں یہ ایک مسلمہ موقف تھا کہ نبی اکرم ﷺ عام الفیل یعنی 570ء یا 571ء میں پیدا ہوئے تھے²²۔

بروکلمان نے یہاں بھی جس علمی خیانت کا ارتکاب کیا ہے اس کی نظیر اس سے قبل ہنری لامنس (Henri Lammens) کی متعصبانہ تحریروں میں جگہ جگہ ملتی ہے۔ اس نے بھی 570ء یا 571ء کے بعد کے کسی زمانے میں نبی اکرم ﷺ کی پیدائش کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس نے یہ دعویٰ کیا کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے چالیس برس کی عمر میں نہیں بلکہ تیس برس کی عمر میں نبوت کا اعلان فرمایا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ نبی نہیں تھے کیونکہ تمام انبیاء نے چالیس برس کی عمر میں ہی اپنی اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تھا²³۔

نبی اکرم ﷺ کے قبیلے کے شرف و امتیاز پر اعتراض

کارل بروکلیمان نے نبی اکرم ﷺ کے خاندان کے شرف و امتیاز کو بھی تسلیم نہیں کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے ہاشمی خاندان نے کسی بھی اعتبار سے کوئی امتیازی کردار ادا کر کے بلند مقام و مرتبہ حاصل نہیں کیا تھا۔ اس ضمن میں جتنی بھی اسلامی روایات بیان کی جاتی ہیں ان میں علیت کے بجائے عقیدت نظر آتی ہے اور اس سے حقیقت تبدیل نہیں ہو سکتی ہے۔ جس سال نبی اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی تھی اس سال مکہ میں مالی اور اقتصادی بحران چل رہا تھا اور نبی اکرم ﷺ کے ابا بھی اس کی زد میں تھے۔ مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے والد ایک چھوٹے تاجر تھے جو ایک تجارتی سفر میں مدینہ کے قریب وفات پا گئے تھے خود پیغمبر اسلام ﷺ نے سیادت کے حصول کے لیے مذہبیت کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا تھا²⁴۔ بروکلیمان کے الفاظ میں:

“His clan Banu Hashim, does not seem to have played a role of any distinct in the city. No matter how energetically attempts to glorify the prophet from the very beginning on, it cannot conceal the fact that at the time he was born his family was in quite wretched circumstances”²⁵

بروکلیمان نے اس ضمن میں کوئی علمی دلیل پیش نہیں کی بلکہ وہ اپنے موقف کو موضوعی انداز میں تشکیل دینے کی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ مستشرقین مسلمانوں کو الزام دیتے ہیں کہ مسلمان سائنسی یعنی علمی انداز میں تحقیق نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ اعتقادات کی بنیاد پر اپنے نظریات تشکیل دیتے ہیں۔ یہاں خود بروکلیمان نے منہج مکتبی کا ارتکاب کرتے ہوئے دلیل یا حوالہ دینے کے بجائے "شاید" اور "محسوس ہوتا ہے" ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ "مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ" ایسے الفاظ بھی سائنسی منہج کے عکاس نہیں ہیں۔

بنی ہاشم کو غیر معزز یا عمومی درجے کا حامل قرار دینا بھی غلط ہے کیونکہ وہ تمام مصادر جن میں عرب کے سیاسی، سماجی، معاشی اور تہذیبی و ثقافتی حالات درج ہیں، ان میں نبی اکرم ﷺ کے خاندان کی سیاست و سیادت کی تفصیلات موجود ہیں۔ بعض مستشرقین کا تو مقدمہ ہی یہی ہے کہ چونکہ نبی اکرم ﷺ کے اباؤ اجداد مکہ کے سردار تھے، آپ ﷺ خود یتیم اور مفلس تھے، اس لیے آپ ﷺ نے اپنے ابا کے سیاسی مقام کو واپس حاصل کرنے کے لیے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ لہذا بروکلیمان کے دعوے کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ مطالعہ کا فقدان بھی ہے اور علمی خیانت بھی ہے۔

سیرت نویسی سے متعلق مواد کے فقدان کا دعویٰ

کارل بروکلیمان کا موقف ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے والد آپ ﷺ کی پیدائش سے قبل جب کہ آپ ﷺ کی والدہ سیدہ آمنہ آپ ﷺ کی کم سنی میں ہی وفات پا گئی تھیں۔ اس کے بعد آپ یکے بعد دیگرے دادا عبدالمطلب اور پھر چچا ابوطالب کی کفالت میں رہے تھے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کی ابتدائی زندگی کے بارے میں ہمارے پاس کسی قسم کی معتبر معلومات موجود نہیں ہیں۔ قرآن مجید کی سورت النضحیٰ میں انتہائی اختصار کے ساتھ آپ ﷺ کی یتیمی اور پھر دولت مند کی کا ذکر ملتا ہے²⁶۔ بروکلیمان کے الفاظ میں:

“A few years later he was followed by his wife, Aminah, of the Zuhrah clan, and so the

orphan grew up under the guardianship first of his grandfather, 'Abd al Muttalib, then of his uncle, Abu Talib. The only credible testimony as to the prophet's youth in our possession are the verses in the Quran, Surah 93: 6-1"²⁷

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ حالت یتیمی میں پیدا ہوئے اور پھر آپ ﷺ کی والدہ اور دادا کے انتقال کے بعد چچا ابوطالب نے آپ ﷺ کی پرورش کی تھی۔ لیکن بروکلیمان کا یہ کہنا کہ "معتبر معلومات" میسر نہیں ہیں، ایک مبہم اسلوب ہے۔ معلومات موجود ہیں اور سیرت نگاروں نے تفصیلات پیش کر رکھی ہیں جن کے مطابق آپ ﷺ کے بچپن کا حلیمہ سعدیہ کے پاس گزرنا، شق صدر کا واقعہ، بکریاں چرانا، دادا کی شفقت اور محبت کے واقعات، تجارتی اسفار میں چچا کے ہمراہ جانا، حرب الغبار میں شریک ہونا، صادق اور امین کے نام سے معروف ہو جانا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے تجارتی اسفار، آپ ﷺ کا خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح، حجر اسود کی تنصیب، حلف الفضول، غار حرا میں گوشہ نشینی و حیرہ کے واقعات احادیث، سیرت اور تواتر بخ کی کتب میں موجود ہیں۔ کیا بروکلیمان کے لیے احادیث، سیرت اور تواتر بخ کی کتب "معتبر معلومات" کے ذرائع نہیں ہیں؟ اگر معتبر نہیں ہیں تو پھر خود بروکلیمان کا ان مصادر و مآخذ سے استفادہ کرتے ہوئے اسلام کی تاریخ لکھنا چہ معنی دارد؟

صرف ایک صفحے کے بعد بروکلیمان لکھتا ہے کہ ایسی کوئی اطلاع نہیں ہے جس پر قاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں بھروسہ کر سکے حالانکہ انہی اطلاعات کی روشنی میں خود بروکلیمان نے بعثت سے قبل آپ ﷺ کی زندگی کی تفصیلات پیش کی ہیں۔ اس اعتبار سے وہ اپنے ہی دعوے کی خود عملی انداز میں تردید کرتا ہوا نظر آتا ہے۔²⁸

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح پر اعتراض

کارل بروکلیمان نے بعض مقامات پر علمی یا موضوعی ہی نہیں بلکہ اخلاقی اقدار کو بھی پس پشت ڈال کر آپ ﷺ کی سیرت کو اعتراضات کا محور بنایا ہے۔ اس ضمن میں اس نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے نکاح کو بھی موضوعات بحث میں شامل کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی طرف خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ایک مضبوط میلان اور رغبت محسوس ہوئی تھی۔ حالانکہ وہ آپ ﷺ سے عمر میں پندرہ برس بڑی تھیں۔ پھر بھی انھوں نے نبی ﷺ کو شادی کی پیش کش کی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس شادی سے آپ ﷺ کی محض مادی و ظاہری ضروریات پوری نہیں ہوئی تھیں بلکہ ان کو اس شادی کے ذریعے دوسرے طریقوں سے بھی اطمینان حاصل ہوا تھا۔²⁹

بروکلیمان کے الفاظ میں:

Though she was about fifteen years older, conceived a lively attachment for him. She herself proposed marriage to him, and this marriage not only raised him above material needs but apparently satisfied him in other ways as well³⁰

بروکلیمان نے یہ نہیں بتایا کہ اگر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کی سیرت و کردار سے متاثر ہو کر آپ ﷺ کو نکاح کی پیش کش کی

تھی تو اس میں برائی کیا تھی۔ بالخصوص اس صورت میں کہ آپ رضی اللہ عنہا قریش کی انتہائی باعزت اور محترم خاتون تھیں۔ وہ تھی جو اپنی ایمانداری، دیانتداری اور عفت و پاکدامنی کی وجہ سے حج معروف تھیں اور انھوں نے آپ ﷺ کی پارسائی اور راست گوئی کو پہچانا تھا۔ آپ ﷺ اس وقت بھی لوگوں کے لیے رول ماڈل تھے۔

"مادی ضروریات" سے بروکلمان کی کیا مراد ہے؟ اس نے اس کی وضاحت نہیں کی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہاں اس نے ایک متعصبانہ طنز پیش کیا ہے جس کی کوئی علمی حیثیت نہیں ہے۔ یہ تو طے کہ ہے آپ ﷺ اپنی حیات مبارکہ کے کسی بھی مرحلہ میں وہ امیر آدمی بننے کے خواہشمند نہیں تھے، اور وہ مکانات، جائیداد وغیرہ کے مالک ہونے کے خواہشمند نہیں تھے۔

بروکلمان نے "اطمینان" کا کلمہ بھی بطور طنز استعمال کیا ہے حالانکہ یہ ازدواجی زندگی کا اولین مقصد ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے سے سکون حاصل کریں اور پر امن طریقے سے ایک دوسرے کی رفاقت میں زندگی گزاریں۔ ازدواجی زندگی کا یہ مقصد قرآن مجید میں واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے³¹۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رفاقت میں اس کی واضح مثال موجود ہے جنہوں نے نبوت سے قبل اور بعثت کے بعد بھی آپ ﷺ کا مکمل ساتھ دیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ سختیاں جھیلیں اور ہر امتحان میں آپ ﷺ کے شانہ بشانہ کھڑی رہیں۔ اس کی تفصیلات مسلمان مؤرخین نے لیش کر رکھی ہیں³²۔

نبی اکرم ﷺ پر یہود و نصاریٰ سے اخذ و استفادہ کا الزام

کارل بروکلمان کا موقف ہے کہ "غالب گمان" یہی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی ابتدائی زندگی کو دینی مسائل میں تفکر و تدبر کے لیے وقف کر لیا تھا۔ ان کے ہم عصر پاکیزہ افراد کے لیے یہ مزاج حیران کن نہیں تھا کیونکہ دیگر پاکیزہ افراد نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ مشرکانہ عبادت ان کی روحانی پیاس بجھانے میں بری طرح ناکام ہو چکی ہیں۔ روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سفر کے دوران آپ ﷺ کی بعض یہودیوں اور مسیحیوں کے ساتھ ملاقاتیں ہوتی تھیں لیکن "شاید" مکہ میں آپ کو ان مسیحیوں سے بھی واسطہ پڑتا ہو گا جن کو تورات اور انجیل کا انتہائی کم علم حاصل تھا³³۔ بروکلمان کے الفاظ میں:

"According to tradition, he met Jews and Christians on his travels, but in Mecca itself he probably associated with Christians, whose biblical knowledge, to be sure, was extremely meager"³⁴

نبی اکرم ﷺ پر یہود و نصاریٰ کے ساتھ تعامل اور ان کے مذہبی افکار سے اخذ و استفادہ کے الزام میں بروکلمان اکیلا نہیں ہے بلکہ اس سے قبل بھی متعدد مستشرقین اس دعوے کو پیش کر چکے ہیں۔ مثلاً گولڈ زیہرنے لکھا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے جو کچھ پیش کیا تھا وہ یہودیوں اور عیسائیوں سے رابطے کے ذریعے حاصل شدہ علم اور مذہبی آراء کے سوا کچھ نہیں ہے³⁵۔

بہت سے دوسرے مستشرقین، جیسے "بلاشیر" (Blachere) اور "منٹگری واٹ" (W. Montgomery Watt) وغیرہ نے بھی یہ دعویٰ کر رکھا ہے بلکہ انھوں نے بعض یہودیوں اور عیسائیوں کے نام بھی ذکر کیے ہیں اور بتایا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ورقہ

بن نوفل، بحیرہ راہب اور عبداللہ بن سلام سے شریعت سیکھنے کے لیے استفادہ کیا تھا۔ اسی طرح ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ بیثرب کے یہودیوں نے بھی آپ ﷺ کی درخواست پر آپ ﷺ کو اپنی مذہبی کتابوں کی معلومات دی تھیں۔ لہذا اسلام اصل میں یہودیت اور نصرانیت سے ہی ماخوذ ہے۔

کارل بروکلمان نے دوسرا دعویٰ یہ کیا ہے کہ رسول نے یہودیوں کو خوش کرنے کے لیے روزے کو یہودی شریعت سے مستعار لے کر اسلامی شریعت میں شامل کیا تھا۔ اس کے مطابق مدینہ میں قیام کے ابتدائی زمانے میں نبی ﷺ کی مذہبی دلچسپی یہودیوں کے ساتھ تعلقات پر غالب تھی۔ آپ کو یہ امید ضرور تھی کہ آپ ﷺ کے (مدینہ میں) پہنچ جانے کے بعد وہ اور یہودی ایک ہی مذہب کے پیروکار بن جائیں گے۔ آپ ﷺ اس بات کے مشتاق ہوئے کہ اپنی شریعت کے مختلف مسائل میں ان کی شریعت کے احکام سے موافقت پیدا کریں۔ لہذا انہوں نے محرم کی دس تاریخ کو عاشورا کا روزہ منسوخ نہیں کیا تھا۔ یہود اکتوبر کے مہینہ کی دس تاریخ کو غفران کے دن کا روزہ رکھتے تھے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے اس کو ایک ایسے روزے کی جانب منسوب کیا جس پر آج تک عمل ہوتا آ رہا ہے۔ قمری سال کے نویں مہینے میں رمضان کا روزہ جس کو پیغمبر اسلام ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا تھا اس کے بارے میں یہ واضح نہیں ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے اس فرقہ کو غنوصیہ³⁶ نامی ایک فرقہ سے مستعار لیا ہے³⁷۔ بروکلمان کے الفاظ میں:

• “The prophet religious interests in the early days of his stay in Median were governed by his relationship to the Jews. On his arrival he must have hoped that they would be converted to his doctrines, and so he attempted to win them over by adapting the ritual of hi communality.....After the example of the Jewish fast on the Day of Atonement, the teneth of Tishri, he established a fast for the day of the Ashura, the tenth of Muharam”³⁸

• He did not, to be sure, abolish the Ashura fast, which he had borrowed from the Jews”³⁹

سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ قرآن مجید اپنے مصدر و ماخذ کے بارے میں کیا بتاتا ہے کیونکہ جس کے بارے میں گفتگو ہو رہی ہو اس کا بیان اولیت کا حامل ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر فرمایا گیا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نبی اکرم ﷺ پر نازل کیا گیا ہے⁴⁰۔ چنانچہ یہ غلط ہے کہ قرآن مجید میں سابقہ الہامی کتب کے موافق آیات اس کو سابقہ کتب سے ماخوذ ثابت کرتی ہیں۔ بلکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سابقہ الہامی کتب اور قرآن مجید کا منبع ایک ہی ہے۔ لہذا قرآن مجید کا پیغام سابقہ الہامی کتابوں کا ہی امتداد اور تسلسل ہے۔

بروکلمان خود تسلیم کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مکہ میں ورقہ بن نوفل کے ساتھ، شام میں بحیرہ راہب کے ساتھ اور بیثرب میں یہودیوں کے ساتھ تعامل کے ذریعے ان کے مذہب کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کی تھیں کیونکہ ان لوگوں کا تورات اور انجیل کے بارے میں اپنا علم ناقص، نامکمل اور کمزور تھا۔ اس صورت میں یہ کیونکر ممکن ہے کہ اپنے مذہب کا کمزور علم رکھنے والے ایک نئے، مکمل اور مضبوط مذہب کے بانی بن گئے؟

حقیقت تو یہ ہے کہ اس عہد کے یہودی اور نصرانی جانتے تھے کہ ایک آخری نبی ﷺ آنے والے ہیں اور وہ ان کی آمد کے بعد آپ ﷺ کو پہچان بھی چکے تھے۔ ان کی جانب سے آپ ﷺ کی بعثت کے آپ ﷺ کی سرکردگی میں عرب و عجم کو فتح کرنے کی پیشین گوئیاں بھی کی جاتی تھیں⁴¹۔ اس اعتبار سے ان کو نبی اکرم ﷺ کی جانب سے رہنمائی اور تعلیم و تدریس کی حاجت تھی، یہ حاجت آپ ﷺ کو نہیں تھی۔

قرآن مجید پر عدم کاملیت کا الزام

کارل بروکلمان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ قرآن مجید نہ صرف یہودی و نصرانی مصادر سے ماخوذ ہے بلکہ یہ نامکمل اور ناقابل اطلاق ہے۔ وہ اپنے قارئین کو نصیحت کرتا ہے کہ ہمارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم محض قرآن مجید کی بنیاد پر محمد ﷺ کے پیش کردہ دین کے بارے میں کوئی یقینی فیصلہ صادر کریں کیونکہ یہ دین کسی منظم اور مرتب نظام کو پیش نہیں کرتا ہے۔ اس میں درستی اور فکری ہم آہنگی ایسے مضبوط پہلو موجود نہیں تھے۔ اس کی تخلیقی دنیا کو دیکھا جائے تو وہ فکری اعتبار سے ایک چھوٹی سی حد سے آگے نہیں جاسکتی تھی اور اس درجے کا کام اسلام سے پہلے یہودیت اور عیسائیت کے بالکل ابتدائی درجے کے مذہبی ادب میں موجود تھا۔ اسی یہودی و مسیحی مذہبی ادب کو پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے لوگوں کی مذہبی ضروریات کے مطابق ڈھال لیا تھا⁴²۔

یہاں بروکلمان نے متعدد دعوے کیے ہیں جن کا لب لباب یہی ہے کہ قرآن مجید بائبل سے مقتبس ہے۔ لیکن اس اقتباس کے دوران پیغمبر اسلام کسی مہارت کا مظاہرہ نہیں کر سکے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ خود بروکلمان یہ نہیں سمجھ سکا کہ وہ جس دعوے کی تشکیل کر رہا ہے وہ کس حد تک مضبوط ہے کیونکہ اگر پیغمبر اسلام ﷺ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے ادب کو قرآن کے قالب میں ڈھال لیا تھا تو پھر قرآن میں فکری درستی کیوں پیدا نہیں ہو سکی؟ جو شخص ایک مذہب کا مواد نئے مذہب کے قالب میں ڈھال سکتا ہے کیا اس میں یہ استعداد نہیں کہ وہ اس مواد کی پیچیدگیوں اور دقتوں کو بھی ملحوظ رکھ سکے؟

بروکلمان کا یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ قرآن مجید بائبل سے ماخوذ ہے کیونکہ اگر کوئی شخص جو عربی زبان میں نازل شدہ اس الہامی کتاب کی فصاحت و بلاغت کو سمجھ لے اور اس کے بعد انسانوں کے ہاتھوں سے لکھی ہوئی بائبل کو پڑھے تو وہ پہلی گواہی یہی دے گا کہ بائبل فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے قرآن مجید کے مقابلے میں عشر عشر بھی نہیں ہے۔ کارل بروکلمان غالباً اس پہلو سے باخبر نہیں تھا اس لیے اس نے بے سوچے سمجھے یہ دعویٰ کر دیا تھا۔

فکری ہم آہنگی سے بروکلمان کی مراد کیا ہے؟ اس سے پوچھا جاسکتا ہے کہ کیا یہ ایک مہمل فکر ہے؟ کیا یہ نفسیاتی ماحول سے موافق نہیں ہے؟ کیا قرآنی فکر مکمل ہونے سے پہلے ایک موضوع سے دوسرے موضوع میں منتقل ہو جاتی ہے؟ بروکلمان نے یہ بھی واضح نہیں کیا کہ "درست" کا کیا مطلب ہے؟ کیا وقوع پذیر ہونے والے واقعات اس کے مطابق نہیں جس کی خبر قرآن نے دی ہے؟ کیا جب وہ ابھی واقع بھی نہیں ہوئے تھے اور قرآن نے ان سے متعلق آگاہ کیا تھا تو کیا ان کا ظہور قرآن کی خبر کے خلاف ہوا تھا؟ شاید بروکلمان کا کوئی حقیقی پیر و کار اس کی

وضاحت کر دے۔

اگر بروکلمان کا یہ خیال ہے کہ بعض امور میں قرآن اور بائبل کی موافقت قرآن کے بائبل سے مقتبس ہونے کی دلیل ہے تو اس کا یہ خیال بھی کمزور ہے کیونکہ جوہر کے اعتبار سے تمام دین ایک ہی ہیں۔ توحید کی دعوت، اصلاح کی دعوت ہر ایک میں مشترک ہے۔ جب یہودیت و نصرانیت اس مشابہت (جوہر) میں اسلام کے ساتھ ہیں تو اس میں تعجب کرنے کی کیا بات ہے؟ کیا اللہ ایک نہیں ہے کہ جس نے تمام رسولوں کو خوشخبری دے کر بھیجا ہے؟ اس طرح تو کوئی فرد یہ دعویٰ بھی کر سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت حضرت موسیٰ سے مستعار لی گئی ہے۔ اس ضمن میں شیخ الغزالی لکھتے ہیں کہ:

"بے شک محمد (ﷺ) نے دنیا والوں کے سامنے انتہائی خوش اسلوبی اور واضح بیان کے ساتھ نفس عقائد اور شرائع کو واضح کیا ہے۔ اگر یہ دین اللہ کے بغیر ان کی اپنی طرف سے بنایا جانا مان لیا جائے تو اس کا مفہوم یہ ہو گا کہ ایک انسان ادیان کو بنانے میں بندوں کے رب سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ وگرنہ یہ کیسے ممکن ہے قرآن اور اس کے مشمولات تو ایک انسانی کاوش ہو لیکن عہد قدیم و جدید (تورات و انجیل) خدا کا عمل ہو؟" 43۔

الشیخ احمد محمد جمال بیان کرتے ہیں کہ:

"اس میں کوئی نقصان نہیں ہے کہ اسلام ان تمام تعلیمات پر متفق ہے جو قرآن اور ما قبل ادیان سماویہ میں سنت اور راستہ بنا کر ہر دین سماوی کے لیے ایک اصل کی حیثیت سے متعارف کرائی گئی ہیں۔ وہ توحید ہے یا وہ مکارم اخلاق ہیں، جن کی جانب ہم دعوت دیتے ہیں، پھر اس سے آگے بڑھ کر لکھتے ہیں کہ جہاں تک زمانہ کی گردش کے باوجود انسان کی ہر ضرورت اور مصالح کا تعلق ہے، ہر وطن اور ہر انسان کا تعلق ہے، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس معاملے میں اسلام بغیر کسی اختلاف کے اپنی صفات شمولیت، وسعت اور احاطہ کی بنا پر دیگر تمام ادیان سے منفرد ہے" 44۔

لہذا محمد ﷺ جس شریعت کو لے کر آئیں ہیں وہ ان کی اپنی کاریگری نہیں ہے۔ انہوں نے اس کو یہودیت و نصرانیت سے لے کر کسی ایسے قالب میں نہیں ڈھالا کہ جس سے یہود و نصاریٰ یا ان کے علاوہ دیگر ادیان والوں کی خوشنودی حاصل کی جاسکے۔

قصہ غرانیق

کارل بروکلمان نے یہ ظاہر کیا ہے کہ بعثت کے ابتدائی ایام میں نبی اکرم ﷺ کا اللہ تعالیٰ پر ایمان مضبوط نہیں تھا بلکہ یہ مروا ایام کے ساتھ مستحکم ہوا تھا۔ آپ ﷺ غور و فکر میں مصروف عمل رہے اور بتدریج مشرکین کے دیوتاؤں کا کھوکھلا پن آپ ﷺ پر واضح ہو گیا تھا لیکن مشرکین کے تین دیوتا ایسے تھے جن کے بارے میں ان کا گمان تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ ایک مرتبہ ان کی الوہیت کا اقرار خود پیغمبر اسلام ﷺ نے بھی کیا تھا۔ اس واقعہ کو قصہ غرانیق کہتے ہیں اور اس کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی ہے 45۔ کارل بروکلمان نے بھی اس قصے کو درست قرار دیتے ہوئے اور اس کی توجیہات پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بتدریج آپ ﷺ کا عقیدہ مضبوط ہوتا گیا اور انہوں نے بالآخر یہ سمجھ لیا کہ اس کے سوا تمام معبود باطل ہیں۔ لیکن ان (ﷺ) دعوت کے ابتدائی برسوں میں ایسا بالکل نہیں تھا کیونکہ

غالبا وہ کعبہ میں موجود معبودوں کو جان چکے تھے۔ مکہ کے لوگ ان کو خدا کی بیٹیاں تسلیم کرتے تھے اور ان کا ایمان تھا کہ خدا نے خود ان بیٹیوں کو عالی مرتبت قرار دے رکھا ہے۔ ان کے ذریعے ہی انسانوں کی شفاعت کی امید رکھی جاسکتی ہے⁴⁶۔

کارل بروکلمان کے الفاظ میں:

“The belief in Allah filled him more and more and made him perceive the emptiness of the other gods. But in the first few years of his activity as preacher he also must have acknowledged the three goddesses of the Kabah, whom his countrymen regarded as daughters of Allah. In one of his revelations he called them superior beings (Ghraniq), whose intercession might be hoped for”⁴⁷

اس رائے کو پیش کرنے میں بروکلمان متفرد نہیں ہے بلکہ اس نے مستشرقین کی روش کو ہی اپنایا ہے اور اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان ان کے دین اور ان کے پیغمبر ﷺ کے بارے میں غلط فہمیوں کو پھیلایا جائے۔

متعدد مستشرقین کا یہ دعویٰ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنی نبوت کے دعوے کے بعد مشرکین مکہ کے تمام معبودوں کا یکسر انکار نہیں کیا تھا بلکہ وہ ان کے معبودوں کی حقانیت کو جزوی اعتبار سے تسلیم کرتے تھے۔ اس ضمن میں قصہ غرانیق اور اس کے متعلق روایات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے حالانکہ مسلمانوں کے ہاں یہ قصہ من گھڑت اور اس سے متعلق روایات موضوع ہیں۔ اس کے مطابق ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے نماز کے دوران قرآن مجید کی وہ آیات تلاوت کیں جن میں معبودان باطلہ کا رد کیا گیا ہے۔ ان آیات کے بعد آپ ﷺ کی زبان سے ایسے جملے جاری ہو گئے جن میں مشرکین کے معبودوں (غرانیق) کی تعظیم اور ان کا احترام ذکر تھا۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آئے اور آپ ﷺ کو ان فقروں سے آگاہ کیا جو آپ ﷺ کی زبان سے جاری ہوئے تھے۔

اس ضمن میں علمی اعتبار سے مندرجہ ذیل نکات ملحوظ رہنے چاہئیں:

• سورہ نحم کا سیاق سارا کا سارا ایک ہی نچ پر قائم ہے کہ اس میں بتوں اور پتھروں کی مسلسل مذمت بیان کی جا رہی ہے⁴⁸۔ ان آیات کا موضوع (دیگر) انہوں کی تحقیر بیان کرنا ہے۔ لہذا یہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن ایک طرف تو ان کی بزرگی کا تذکرہ کرے اور پھر ان کی تحقیر اور تمسخر شروع کر دے؟

• قصہ غرانیق کے ضمن میں بیان ہونے والی روایات سورۃ الحج کی آیت نمبر 52 کے تحت پیش کی جاتی ہیں جب کہ غرانیق کے واقعہ کو مکی عہد کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔ سورۃ الحج کی آیت نمبر 52 مکی نہیں بلکہ مدنی عہد میں نازل کی گئی تھی۔ اس طرح زمانے کے اعتبار سے بھی اس قصہ میں کوئی ربط اور رشتہ قائم نہیں ہے۔

• کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ قصہ غرانیق کی خبر حبشہ کے مسلمان مہاجرین تک پہنچی تو ان کو گمان ہوا کہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان صلح ہو چکی ہے اس لیے ان میں سے بعض مہاجرین مکہ واپس لوٹ آئے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا تھا۔ مکہ واپس لوٹنے والے مسلمانوں کی واپسی کا سبب دوسری خبر تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے ہیں لہذا اب مشرکین کی جانب سے ان کو مظالم کا سامنا نہیں کرنا

نبوت اور وحی کے بارے میں بروکلمان کی آراء

بروکلمان یہ تسلیم کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے جس معاشرے میں بڑے ہوئے تھے اس معاشرے کے لوگ بت پرست اور مشرک تھے۔ آپ ﷺ نے شروع سے ہی یہ باور کر لیا تھا کہ شرکیہ عقائد اندر سے کھوکھلے اور مہلک ہیں لیکن آپ ﷺ نے بت پرستانہ مذہب کے خلاف اپنے احساسات کو پوشیدہ رکھا تھا اور ان احساسات کو دبانے میں اللہ تعالیٰ نے بھی آپ ﷺ کی تائید فرمائی تھی۔

ایک وقت تک مشرکین کو اللہ تعالیٰ نے مہلت دی اور سابقہ انبیاء نبی اکرم ﷺ پر اپنی حقیقت آشکار فرمائی۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کے تسلسل نے آپ ﷺ کے دل میں یہ بات راسخ کر دی کہ آپ ﷺ واقعی اللہ کے پیغمبر ہیں اور آپ کو اپنی قوم کی اصلاح کی غرض سے مبعوث فرمایا گیا ہے۔ لیکن چونکہ نبی اکرم ﷺ میں ایک فطری شرم و حیا موجود تھی اس لیے آپ ﷺ نے اپنی نبوت کو غار حرا میں وحی کے بڑے اور خارق العادت تجربے تک لوگوں سے چھپا کر رکھا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بعد میں جبریل نے آپ ﷺ پر ظاہر ہو کر آپ ﷺ کو بتلادیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس امت کی ہدایت کے لیے منتخب فرمایا ہے⁵⁰۔

بروکلمان کے الفاظ میں:

“His insight into the emptiness of his countrymen’s polytheism posed for him the problem: how long was God going leave them in disbelief, since He had, after all, revealed Himself to other peoples through His prophets? Thus the thought ripened within him that he himself had been called to this mission of prophet. But for a long time a native shyness prevented him from appearing as prophet in public, and it was not until he underwent an extraordinary experience on Mt. Hira that his doubts were dissipated. A figure once appeared before him there, which he later represented to be the angel Gabriel, and to which Muhammad ascribed the voice within which told him he had been sent by God”⁵¹

بروکلمان کے مطابق نبی اکرم ﷺ کو "محسوس" ہونے لگا کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں، ایک غلط اور بے بنیاد دعویٰ ہے۔ اس کی کوئی علمی دلیل پیش نہیں کی گئی بلکہ موضوعی انداز میں باتوں کو باہم مربوط کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ سائنسی انداز میں کسی حقیقت کی علمی دلیل مل جائے تو اس حقیقت کو موضوعی انداز میں تاویلوں کے ذریعے بدلنے کی کوشش مذموم ترین علمی خیانت ہے۔ یہاں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے فرما رکھا ہے کہ ہم نے آپ کو تمام انسانوں کی طرف اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے⁵²۔ اس قرآن کو ہم نے نازل کیا ہے۔ اس کے نزول سے قبل آپ کو پڑھنا لکھنا نہیں آتا تھا اور نہ ہی آپ ﷺ کسی کتاب سے واقف تھے۔ اب اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت کی روشنی ملتی رہے گی اور آپ ﷺ اس کے ذریعے لوگوں کو راہ راست کی طرف بلائیں گے⁵³۔ آپ ﷺ لوگوں کو بتا دیجیے کہ میں غیب کا عالم یازمین و آسمان کے خزانوں کا مالک نہیں ہوں بلکہ میں خود بھی وحی کی پیروی کا پابند ہوں⁵⁴۔ ایسے علمی دلائل کی روشنی میں ان موضوعی مباحث کی تشکیل بے وزن ہے جن کو کارل بروکلمان نے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

بروکلمان کے تعصب پر کوئی بھی انصاف پسند محیرت ہو سکتا ہے کیونکہ مستشرقین کے ہاں سابقہ انبیاء کی نبوت و رسالت کو تسلیم کرنے میں کوئی امر مانع نظر نہیں آتا ہے۔ لیکن جب نبی ﷺ کی طرف نبوت و رسالت کو منسوب کیا جائے تب وہ ایمان بالرسالت سے پہلو تہی اختیار کر لیتے ہیں۔ تا حال یہود و نصاریٰ اس سوال کا تسلی بخش جواب پیش نہیں کر سکے ہیں کہ بنی اسرائیل کے انبیاء کی نبوت کو تسلیم کرنے کے بعد بنی اسماعیلی نسل سے تشریف لانے والے پیغمبر کی نبوت کو تسلیم کرنے میں ان کو عار کیوں محسوس ہوتی ہے؟ شیخ الغزالی نبوت کی عدم صداقت کے بارے میں بروکلمان کے بہتان کے جواب میں کہتے ہیں:

"ہم حیران ہیں، کیا یہ مستشرق وحی کا یکسر انکار کرتا ہے؟" اگر ایسا ہے تو کوئی بھی نبوت سچی نہیں ہے۔ اس طرح اسلام پر حملہ کرنے سے پہلے اس کا اپنا مذہب ہی ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر وہ وحی پر یقین رکھتا ہے اور صرف یہودی عیسائی انبیاء کو مانتا ہے تو ہم پوچھیں گے کہ اس فرق کاراز کیا ہے؟ کیا اس فرق کا سبب تمہیں اپنے باپ دادا اور لوگوں سے وراثت میں ملنے والا تعصب ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر تم اس لائق ہی نہیں ہو کہ کسی مذہب کے بارے میں کوئی رائے پیش کر سکو" 55۔

بروکلمان کے علاوہ دیگر مستشرقین کی ایک بڑی تعداد نے بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ جس چیز کو اپنی نبوت خیال کرتے تھے وہ اصل میں ان کا نفسیاتی واہمہ تھا۔ ڈاکٹر حافظ محمد زبیر لکھتے ہیں کہ:

"ان میں سے بعض آپ ﷺ کو مخلص گردانتے ہوئے وحی کے سلسلے کو خطائے حس (Hallucination) قرار دیتے ہیں۔ ان کے بقول پیغمبر اسلام ﷺ نے غار حرا میں امر واقعی میں کسی فرشتے یا جبریل کو نہیں دیکھا تھا بلکہ مراقبوں کی کثرت کی وجہ سے آپ ﷺ اس وہم میں مبتلا ہو گئے کہ آپ ﷺ نے غار حرا میں کسی کو دیکھا ہے یا کسی نے وہاں آپ ﷺ سے کچھ پڑھنے کو کہا ہے" 56۔

اگر بروکلمان اور اس کے پیروکاروں کے سامنے اسلامی تراث میں سے نبی اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کی تصدیق کے لیے دلائل پیش کیے جائیں تو یقیناً ان مستشرقین کی جانب سے ان دلائل کا انکار کر دیا جائے گا۔ اس لیے مسلمان علماء نے مستشرقین کی کتابوں کو کھنگال کر ایسے اقتباسات جمع کیے ہیں جن میں انھوں نے خود پیغمبر اسلام ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کی تصدیق کی ہے۔ اس سے قبل سابقہ زمانوں میں مسلمان علماء نے عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید کے اقتباسات کی رو سے بھی نبی اکرم ﷺ کی نبوت کو ثابت کر رکھا ہے 57۔ اس کے علاوہ مسلمان علماء نے وحی کے ضمن میں مستشرقین کی جانب سے پیش کردہ تمام اعتراضات کا احاطہ کرتے ہوئے ان کے بھی مسکت جوابات پیش کر رکھے ہیں۔ تفصیل کا طالب ان کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ اس ضمن میں چند تحقیقات مندرجہ ذیل ہیں:

• ڈاکٹر شہباز منہج، ڈاکٹر ریاض محمود، وحی اور مغربی و استشرقی فکر۔ ایک جائزہ، پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ، ج 10،

(2012ء)، ص 55 تا 84

• ڈاکٹر فضل الرحمان، وحی الہی اور نبوت، فکر و نظر، ج 6، شمارہ 3، (1968ء)، ص 175 تا 189

• ڈاکٹر محمد شمیم اختر قاسمی، وحی اور اس کی کیفیت نزول (بعض اعتراضات کا جائزہ)، جہات الاسلام، ج 2، شمارہ 1، (2008ء)،

ص 34 تا 9

- دوست محمد، مستشرقین کا تصورِ وحی — ایک مطالعہ، الاضواء، ج 25، (2010ء)، ص 255 تا 271
- عطاء اللہ، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، منکرین وحی کے شبہات کا علمی جائزہ، یونیورسٹی آف چترال جرنل آف ریلیجیئس سٹڈیز، جلد 2، شمارہ 1، (2018ء)، ص 65 تا 83
- ڈاکٹر محمد اسلام، ڈاکٹر جانس خان، سیرت نبوی ﷺ کے منتخب موضوعات (نبوت، وحی اور معجزات) سے متعلق لزلے ہزلٹن کے آراء کا تحقیقی جائزہ، بر جس، ج 6، شمارہ 1، (2019ء)، ص 22 تا 29
- صائمہ منج، شہباز منج، مغرب کی تصدیق وحی و نبوت محمدی ﷺ ارتقائی استشراتی نظریات کا نتیجہ، فکر و نظر، ج 54، شمارہ 4، (2017ء)، ص 11 تا 51
- ریاض احمد، ڈاکٹر میمونہ تبسم، کیفیت نزول وحی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مستشرقین — ایک تحقیقی جائزہ، ضیائے تحقیق، ج 8، ص 2، (2018ء)، ص 20 تا 45
- ڈاکٹر صاحبحت افضل، وحی محمدی ﷺ کی استشراتی تعبیرات — تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ، علمیات، دسمبر (2021ء)، ص 92 تا 123

قرآن مجید اور شاعرانہ کلام

بروکلمان یہ بھی لکھتا ہے کہ جس طرح عرب میں شعراء لوگوں کو جمع کر کے اپنا کلام سناتے تھے اسی طرح پیغمبر اسلام ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے قرآن مجید سنایا۔ اس سے "محسوس" ہوتا ہے کہ قرآن مجید بھی عرب شعراء کے کلام سے زیادہ مختلف نہیں تھا⁵⁸۔

بروکلمان کے الفاظ میں:

“At first he aroused no particular sensation among his countrymen. They were accustomed to the emergence in almost every tribe of a soothsayer, or kahin, as well as a poet who would ascribe his decisions concerning the conflicts and the doubtful questions(.....) which were laid before him to his supernatural familiar (sahib) and announces them in the same rhymed prose as the prophet his revelations. Again and again Muhammad had to take precautions against being placed on the same level as such people⁵⁹” .

یہاں بھی بروکلمان متفرد نہیں ہے بلکہ مستشرقین میں سے متعدد ایسے ہیں جنہوں نے یہ دعویٰ کر رکھا ہے کہ قرآن مجید شاعری یا ادب کے نثری اسالیب کی پیروی میں لکھی گئی کتاب ہے۔ یہ موقف نیا اور علمی بھی نہیں ہے بلکہ مشرکین مکہ نے بھی یہی الزام لگایا تھا کہ پیغمبر اسلام ﷺ شاعر ہیں اور ان پر جنون طاری ہو چکا ہے⁶⁰۔ ان تمام باتوں کا جواب قرآن مجید نے دے رکھا ہے کہ یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے اور نہ ہی کسی کا ہن نے اس کو تیار کیا ہے⁶¹۔ تمہارے صاحب (نبی اکرم ﷺ) پر جنون بھی طاری نہیں ہوا ہے⁶²۔

الاسراء اور معراج

معراج سے متعلق قرآنی آیات اور کثیر احادیث موجود ہیں اور اس کے بارے میں مسلمان علماء نے شرح و بسط کے ساتھ وقیع کتب پیش کی ہیں۔ اس ضمن میں کارل بروکلمان نے لکھا ہے کہ اسلامی تراث کے "شاعرانہ افسانوں میں" آسمانی سیر کا جو قصہ مذکور ہے وہ اصل میں اسلام کی آمد سے بھی پرانا ہے⁶³۔

بروکلمان کے الفاظ میں:

This heavenly Ascension of the Prophet, however, which was later given frequent treatment in the poetic legends of all Islamic literature, possibly belongs to the very beginning of his mission; such visions during the seer's vigil are testifies to among some primitive peoples⁶⁴

کارل بروکلمان نے جس واقعہ کو شاعرانہ افسانوں کا حصہ قرار دیا ہے اسلام میں اس کو نہ تو شاعرانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کی حیثیت افسانوی ہے۔ مسلمان اس کو ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ واقعہ معراج قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے⁶⁵۔ اسی لیے مسلمان علماء نے اس واقعہ کے منکر کو "فاسق" قرار دیا ہے⁶⁶۔ افسانوی شاعری کے منکر کے بارے میں یہ مؤقف نہیں اپنایا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں اسراء و معراج سے متعلق آیات اور کتب احادیث میں اس واقعہ سے متعلق روایات کے بارے میں کارل بروکلمان نے کوئی مؤقف پیش نہیں کیا ہے۔ بلکہ اس کی توجہ کار نکاز شاعری اور اسلامی افسانوں پر رہا ہے۔ یہ طے ہے کہ شاعری اور افسانے کسی مذہب کی بنیاد میں مستند تسلیم نہیں کیے جاتے ہیں۔

خلاصہ و نتائج

معلوم ہوتا ہے کہ کارل بروکلمان کے پیش نظر وہ مغربی قارئین ہیں جن کا تعلق غیر اسلامی ادیان کے ساتھ ہے۔ اس لیے بروکلمان نے ان کی مذہبی نفسیات کو مد نظر رکھتے ہوئے کمی زمانے میں نبی اکرم ﷺ کی سیرت و کردار اور آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا ایک ایسا نقشہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو اسلامی روح کے ساتھ موافق نہیں ہے۔ اس نے آپ ﷺ کے معاشرے اور قبیلے کے بارے میں ایسی آراء پیش کی ہیں جو عرب قومیت کے ساتھ ساتھ بنو ہاشم کے لیے قومی تعصب کی عکاس و غماز محسوس ہوتی ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی سیرت سے متعلق معلومات کی کمی کا دعویٰ کیا گیا ہے جس سے اسلامی تراث کی جامعیت پر سوالات کھڑے ہوتے ہیں۔ کارل بروکلمان نے ہر اس پہلو پر آپ ﷺ کے لیے شبہات اور شکوک پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس پہلو کو مسلمانوں کے ہاں تقدس اور احترام حاصل ہے۔ اس کوشش کو کامیاب بنانے کے لیے اس نے سائنسی یا علمی انداز اپنانے کے بجائے موضوعی اسلوب کی پیروی کرتے ہوئے دور از کار تاویلات کی مدد سے اپنے مواقف کی تشکیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ بعض مقامات پر اس نے طنزیہ اور متبذلانہ اسلوب بھی اختیار کیا ہے جس سے آپ ﷺ کی

مکی زندگی کے روشن پہلوؤں کو تاریک کرنے کی جسارت کا شائبہ نظر آتا ہے۔ اس ضمن میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ ﷺ کی ازدواجی زندگی، وحی اور نبوت و رسالت کے مباحث، قرآن مجید کے اسلوبِ تخاطب، نماز کی فرضیت، اسراء و معراج اور غرانیق کے قصے کو خصوصی طور پر بروکلمان کی طرف سے نقد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ مقالہ ہذا میں اس کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کا ازالہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن چونکہ مقالہ اختصار کا متقاضی ہے اس لیے اس میں تفصیل سے گریز کرتے ہوئے محض موضوعات کے مرکزی مداروں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

¹ اس کتاب کا اردو ترجمہ تاحال شائع نہیں کیا گیا ہے البتہ عربی زبان میں بیروت کے ادارہ "دار العلم للملايين" نے "تاریخ الشعوب الاسلامیة" کے نام سے اس کے متعدد ایڈیشنز شائع کر رکھے ہیں۔

² See, Carl Brocklemann, tran; J. Carmichael and Mosbe perlmann, History of the Islamic people, New York, (1960), P4

³ محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، دار السلام، لاہور، (2004ء)، ج: 6010

⁴ عمر فاروق السعیدی، شرح سنن الیوداؤد، دار السلام، لاہور، (1427ھ)، تحت ج: 882

⁵ محمد بن یوسف بن ابویحیاء، البحر المحیط، دار الکتب العلمیہ، بیروت، (1993ء)، ج: 3، ص: 484، المائدہ: 38

⁶ آل عمران: 96

⁷ History of the Islamic Peoples, P. 24, 25, 31

⁸ History of the Islamic Peoples, P. 61

⁹ History of the Islamic Peoples, P. 76

¹⁰ History of the Islamic Peoples, P. 31

¹¹ History of the Islamic Peoples, 8

¹² History of the Islamic Peoples, 12

¹³ حجر اسود سے متعلق استشراقی دعاوی کے جواب کے لیے دیکھیے: عبدالکریم علی الباز، افتراءات، مؤسسۃ قہامۃ للطباعة والنشر، (1983ء)، ص: 91 تا 94

¹⁴ صحیح بخاری، ج: 1579

¹⁵ حجر اسود سے متعلق اسلامی تصور کے لیے دیکھیے: زین العابدین، در اسات فی السیرۃ النبویہ، دار الارقم للنشر والتوزیع، برمنگھم، (1986ء)، ص: 129

¹⁶ ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ج: 12، ص: 349

¹⁷ الحج: 30۔ المائدہ: 90

¹⁸ ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، (1386ھ)، ج: 2، ص: 252۔

ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، مکتبۃ المعارف، بیروت، (1974ء)، ج: 4، ص: 301۔

¹⁹ دیکھیے:

G.M. Fraicatt, Mohmet Founder of Islam, London, (1916), P.2

R. Bosuiath Smith, Muhammad and Muhammadanism, P. 86

²⁰ History of the Islamic Peoples, P. 32

²¹ History of the Islamic Peoples, 13

22 دیکھیے: محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت، (1985ء)، ج 1، ص 100 تا 103۔

ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، (1985ء)، ج 2، ص 242 تا 244۔

23 Henry Lammence, L'age de Mahomet et la chronologie de la sira, Journal Asiatique, Serie, X, T. 17, P. 20ff

24 History of the Islamic Peoples, P.32

25 History of the Islamic Peoples, 13

26 Ibid

27 History of the Islamic Peoples, 13

28 History of the Islamic Peoples, P.33

29 History of the Islamic Peoples, P.32

30 History of the Islamic Peoples, P. 14

31 الروم: 21

32 دیکھیے: مریم خنساء، سیدہ خدیجہ الکبریٰ بحیثیت زوجہ النبی ﷺ، مشر بہ علم و حکمت، لاہور، 1423ھ، ص 18 تا 31۔

محمد ادریس فاروقی، سیرت خدیجہ الکبریٰ، دار السلام، لاہور، 2006ء، ص 60 تا 97۔

ڈاکٹر محمد طاہر القادری، سیرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ، منہاج القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2002ء، ص 24 تا 50۔

33 History of the Islamic Peoples, P.34

P 14³⁴

35 Ignác Goldziher, Introduction to Islamic Theology and Law, trans. Andras and Ruth Hamori. Princeton University Press, 1981. Arabic translation, Maktaba tul Qahirah, 1048, P. 21

36 یہ یہودیوں کا ایک فرقہ تھا جس کا عقیدہ تھا کہ اخلاق سے حاصل ہونے والی روحانی معرفت اعمال سے حاصل ہونے والے ایمان سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔ (محمد

شفیق غزالی، الموسوعۃ العربیۃ المیسرۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، (1865ء)، ص 1258)

37 History of the Islamic Peoples, P.48

P 21³⁸

P 22³⁹

40 الشعراء: 192 تا 197

41 البقرہ: 89

42 History of the Islamic Peoples, P.33

43 محمد الغزالی، دفاع عن العقیدۃ والشریعۃ ضد مطاعن المستشرقین، دار الکتب الحدیثہ مصر، 1384ھ، ص 35

44 احمد محمد جمال، مفتریات علی الاسلام، مؤسسۃ دار الشعب، القاہرہ، (1395ھ)، ص 36

45 History of the Islamic Peoples, P.34

46 History of the Islamic Peoples, P.34

47 History of the Islamic Peoples, 14

48 النجم: 19 تا 23

49 الحج: 9

50 History of the Islamic Peoples, P.36

PP 14-15⁵¹

52 النساء: 28

53 الشوری: 52

54 الانعام: 50

55 محمد الغزالی، دفاع عن العقیدة والشريعة ضد مزاعم المستشرقین، قاہرہ، (1395ھ)، ص 23

56 ڈاکٹر حافظ محمد زبیر، اسلام اور مستشرقین، باب: سیرت اور مستشرقین، مکتبہ رحمتہ للعالمین، (2014ء) ص 116

57 اس ضمن میں دیکھیے:

حکیم عمران ثاقب، بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، (س۔ن)، ص 77 تا 349

ڈاکٹر عباد الرحمن، علی گوہر، سیرت طیبہ ﷺ سے متعلق اسرائیلی روایات اور بائبل کی پیش گوئیاں، ایکنا اسلامیا، ج 3، شمارہ 2، (2015ء)، ص 45 تا 58

58 History of the Islamic Peoples, P.36,37

Page 15⁵⁹

60 القلم: 51

61 الحاقہ: 40 تا 42

62 انکویر: 22

63 History of the Islamic Peoples, P.44

64 History of the Islamic Peoples, 20

65 ڈاکٹر اسرار احمد کے مطابق معراج کی روایات اٹھائیس صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ دیکھیے:

ڈاکٹر اسرار احمد، معراج النبی ﷺ، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، (2005ء) ص 8

66 ابراہیم اللقانی، عمدۃ المرید شرح جوہرۃ التوحید، دار النور، عمان (2016ء)، ج 3، ص 1051، الشیخ الباجوری، تحفۃ المرید، طباعت دار البیروتی، دمشق،

(1423ھ) ص 332

References

1. The Urdu translation of this book has not yet been published, but in Arabic, the Institution of Beirut has published several editions of it under the name of "Tarikh al-Sha'b al-Islamiyyah".
2. See, Carl Brocklemann, tran; J. Carmichael and Mosbe perlmann, History of the Islamic people, New York, (1960), P4
3. Muhammad bin Isma'il al-Bukhari, Al-Jami al-Sahih, Dar-ul-Salam, Lahore (2004), h.6010
4. Umar Farooq al-Saidi, Sharh Sunan Abu Dawood, Dar-ul-Salam, Lahore, (1427 AH), under H: 882
5. Muhammad bin Yusuf bin Abu Hayyan, Al-Bahr al-Muhit, Dar-ul-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, vol. 3, p. 484, al-Ma'ida: 38
6. Al-Imran:96
7. History of the Islamic Peoples, P. 24,25,31
8. History of the Islamic Peoples, P.61
9. History of the Islamic Peoples, P.76
10. History of the Islamic Peoples, P.31
11. History of the Islamic Peoples, 8
12. History of the Islamic Peoples, 12
13. For an answer to the istisharaqi du'aawi concerning the Black Stone, see: 'Abd al-Karim 'Ali al-Baz, Ifta'at, Mu'assat Thammat al-Taba'ah wa'l-Nashr, (1983), pp. 91-94.
14. Sahih Al-Bukhaari, 1579
15. For an Islamic view of the Black Stone, see Zayn al-Abidin, Darasat fi al-Sirat al-Nabawiyyah, Dar

== Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization, Vol. IV, No. 4 (Oct - Dec 2023) ==

- al-Arqaam al-Nashr wal-Tawzi, Birmingham, (1986), p. 129.
16. Ibn Manzur, Lisan al-Arab, Dar Sader, Beirut, vol. 12, p. 349
17. Al-Hajj: 30. Al-Ma'ida:90
18. Ibn al-Athir, al-Kamil fi al-Tarikh, Dar-ul-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, (1386 AH), vol. 2, p. 252.
Ibn Kathir, Al-Badayah wa'l-Nihaiyyah, Maktabat-ul-Ma'arif, Beirut, (1974), vol. 4, p. 301.
19. See:
G.M. Fraicatt, Mohmet Founder of Islam, London, (1916), P.2
R. Bosuiath Smith, Muhammad and Muhammadanism, P. 86
20. History of the Islamic Peoples, P.32
21. History of the Islamic Peoples, 13
22. See: Muhammad bin Sa'd, al-Tabaqat al-Kubra, Dar Sadr, Beirut, vol. 1, pp. 100-103.
Abu al-Fida Imad al-Din Ibn Kathir, al-Badaiyyah wa'l-Nihaiyyah, Dar-ul-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, vol. 2, pp. 242-244
23. Henry Lammence, L'age de Mahomet er la chronologic de la sira, Journal Asiatique, Serie, X, T. 17, P. 20ff
24. History of the Islamic Peoples, P.32
25. History of the Islamic Peoples, 13
26. Ibid
27. History of the Islamic Peoples, 13
28. History of the Islamic Peoples, P.33
29. History of the Islamic Peoples, P.32
30. History of the Islamic Peoples, P. 14
31. Al-Room: 21
32. See: Maryam Khunsa, Sayyida Khadija al-Kubra as a wife of the Prophet (peace and blessings of Allaah be upon him), Mashrbah Knowledge and Wisdom, Lahore, 1423 AH, pp. 18-31.
Muhammad Idrees Farooqi, Sirat Khadija al-Kubra, Dar-ul-Salam, Lahore, 2006, pp. 60-97.
Dr Muhammad Tahir-ul-Qadri, Sirat Syeda Khadija al-Kubra, Minhaj-ul-Quran Publications, Lahore, 2002, pp. 24-50
33. History of the Islamic Peoples, P.34
34. P 14
35. Ignac Goldziher, Introduction to Islamic Theology and Law, trans. Andras and Ruth Hamori. Princeton University Press, 1981. Arabic translation, Maktaba tul Qahirah, 1048, P. 21
36. It was a sect of Jews who believed that spiritual knowledge derived from morals is stronger than faith gained from deeds. (Muhammad Shafiq Gharbal, Al-Mawsoo'ah al-Arabiya al-Misra, Dar-i-Ahya al-Tarath al-Arabi, Beirut, (1865), p. 1258)
37. History of the Islamic Peoples, P.48
38. P 21
39. P 22
40. Al-Shura: 192-197
41. Al-Baqarah: 89
42. History of the Islamic Peoples, P.33
43. Muhammad Al-Ghazali, Defense of the Creed and Sharia against the Slander of Orientalists, Dar Al-Kitab Al-Hadith, Egypt, 1384 AH, p. 35
44. Ahmad Muhammad Jamal, Miftriyat 'Ali al-Islam, Mu'sisat Dar al-Sha'b, al-Qahra, (1395 AH), p. 36
45. History of the Islamic Peoples, P.34
46. History of the Islamic Peoples, P.34
47. History of the Islamic Peoples, 14
48. Al-Najam: 19-23
49. Al-Hijjar: 9
- == Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization, Vol. IV, No. 4 (Oct - Dec 2023) ==

-
50. History of the Islamic Peoples, P.36
 51. PP 14-15
 52. Al-Saaba: 28
 53. Al-Shoura: 52
 54. Al-Inaam: 50
 55. Muhammad al-Ghazali, Defence of al-Aqadah wa'l-Shari'ah, Da'd-Maza'am al-Mustashirqin, Cairo, (1395 AH), p. 23
 56. Dr. Hafiz Muhammad Zubair, Islam and orientalists, Chapter: Sirat and Orientalists, Maktabat(2014), p. 116
 57. Look at this:
Hakeem Imran Saqib, Bible and Muhammad Rasulullah Sallallahu Alayhi Wa Sallam, Maktaba Qudsia, Lahore n), pp. 77-349
Dr. Ibad-ur-Rehman, Ali Gohar, Israeli Traditions and Biblical Prophecies concerning the Life of Tayyaba, Acta Islamica, Vol. 3, Issue 2, (2015), pp. 45-58
 58. History of the Islamic Peoples, P.36,37
 59. Page 15
 60. Al-Qalam: 51
 61. Al-Haaqua: 40-42.
 62. Al-Takweer: 22
 63. History of the Islamic Peoples, P.44
 64. History of the Islamic Peoples, 20
 65. According to Dr Israr Ahmad, the narrations of Miraj are narrated from twenty-eight Companions. See:
Dr. Israr Ahmad, Meraj-un-Nabi, Central Anjuman Khudam-ul-Quran, Lahore, (2005) p. 8
 66. Ibrahim al-Laqani, Ummatul Murid Sharh Jauharat al-Tawheed, Dar al-Noor, Amman (2016), vol. 3, p. 1051.
Al-Shaykh al-Bajori, Tuhfat al-Murid, Taba'at dar al-Biruti, Damascus, (1423 AH), p. 332